بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ أَمَّا بَعْدُ!

"فقہ" ایسا علم ہے جس میں ان مسائل سے بحث کی جاتی ہے جن کا تعلق بندوں کے افعال سے ہوتا ہے مثلاً: نماز، زکوۃ، روزہ، حج، نکاح، طلاق، خرید و فروخت وغیرہ۔ ان مسائل کو درج ذیل چار دلائل سے معلوم کیا جاتا ہے، جنہیں "اَدِلہ اربعہ" کہتے ہیں:

1: قرآن مجید

2: سنت

3: اجماعِ امت

4: قیاسِ مجتہد

مجتہد جب ان چار دلائل سے احکام کا استنباط کرتا ہے تو اپنے وضع کردہ قواعد وضوابط کی روشنی میں کرتا ہے۔ انہی قواعد وضوابط کا نام "اصول فقہ" ہے۔ مجتہدین کے یہ اصول دراصل نصوص ہی سے مستفاد یا نصوص ہی کا مقتضا ہوتے ہیں۔ انہی اصولوں کی بنیاد پر فقہاء کرام روایات و آثار کو قبول یا ترک کرتے ہیں یا کسی نص سے مخصوص معانی و مفاہیم مراد لیتے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب "اصولِ فقہ" میں ہم نے شرعی دلائل؛ کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اجماعِ امت اور قیاسِ شرعی پر گفتگو کی ہے۔ ہر عنوان کے تحت مختلف اعتبارات سے ان عنوان کے متعلقہ امور کی تقسیم، تعریفات، مثالیں اور احکام کو بیان کیا ہے۔ پوری کتاب میں کوشش کی ہے کہ آسان مثالوں سے اصولوں کو سمجھایا جائے تاکہ اس فن کو پڑھنے والے افراد کو یہ مباحث سہولت کے ساتھ یاد ہو سکیں۔

کتاب میں ایک تمہید اور پانچ ابواب ہیں۔ ان کا اجمالی خلاصہ یہ ہے:

﴿تمہید﴾

1: فقہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

2: اصولِ فقہ کی تعریف

3: اصولِ فقہ کا مدوّنِ اوّل

﴿باب اول؛ کتاب اللہ﴾

اس باب میں سات فصول ہیں:

فصلِ اول

قرآن کریم کی تعریف

کتاب اللہ کی اجمالی تقسیم

فصلِ ثانی

کتاب اللہ کی تفصیلی تقسیم

نظم کی پہلی تقسیم: وضع کے اعتبار سے

[1]: خاص [2]: عام [3]: مشترک [4]: مُؤَوَّل

فصلِ رابع

نظم کی دوسری تقسیم: ظہور کے اعتبار سے

[1]: ظاہر [2]: نص [3]: مفسر [4]: محکم

فصلِ خامس

نظم کی تیسری تقسیم؛ خِفاء کے اعتبار سے

[1]: خفی [2]: مشکل [3]: مجمل [4]: متَشابہ

فصلِ سادس

نظم کی چوتھی تقسیم؛لفظ کے استعمال ہونے کے لحاظ سے

[1]:حقیقت [2]:مجاز [3]:صریح [4]:کنایہ

فصلِ سابع

نظم کی پانچویں تقسیم:کیفیتِ دلالت کے لحاظ سے

[1]:عبارۃ النص [2]:اشارۃ النص [3]:دلالۃ النص [4]:اقتضاء النص

﴿باب ثانی؛ سنتِ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم﴾

اس باب میں دو فصول ہیں:

فصلِ اوّل

سنت کی تعریف — حدیث کی تعریف

فصلِ ثانی

حدیث اور سنت میں فرق — کسی عمل کے سنت بننے کی شرائط

﴿باب ثالث؛اجماعِ امت﴾

اس باب میں دو فصول ہیں:

فصلِ اول

اجماع کا لغوی اور اصطلاحی معنٰی — اجماع کی اہمیت

اجماع کی قسمیں — اجماع کلی،اجماع اکثری

فصلِ ثانی

اجماع کے مراتب — اجماع کا سب سے پہلا منکر

منکر اجماع کی سزا — فاسد العقیدہ کے انکار سے اجماع پر اثر

﴿باب رابع؛ قیاسِ شرعی﴾

اس باب میں دو فصول ہیں:

فصلِ اوّل

تعریفات (اصل، فرع، علت، حکم)

فصلِ ثانی

ثبوتِ قیاس کے دلائل

﴿باب خامس؛ تعارفِ کتب﴾

اس باب میں دو فصول ہیں:

فصلِ اول

اصولِ فقہ کی گیارہ کتب کا تعارف

فصلِ ثانی

فقہ اور فتاویٰ کی اُنّیس کتب کا تعارف

مباحث پڑھنے کے دوران ایک بات ملحوظ رہے کہ ہم نے اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ تعریفات باحوالہ ہوں۔ اگر کسی مقام پر کسی تعریف کا حوالہ ذکر نہ کیا گیا ہو تو وہ عبارت بندہ کی ہو گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اصولِ فقہ کی بڑی کتب میں بعض تعریفات میں طوالت یا قابلِ وضاحت امور کافی تھے تو ہم نے تعریف کو اپنے الفاظ میں محض سہولت کی خاطر بیان کیا ہے تاکہ اگر کوئی قاری ان تعریفات کو بھی یاد کرنا چاہے تو آسان الفاظ میں انہیں یاد رکھ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ "اصولِ فقہ" کو طلبہ کرام کے لیے نافع بنائے اور فقہ کے مسائل جن اصول و قواعد سے مستنبط کیے گئے ہیں انہیں اچھی طرح سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم، صلی اللہ علیہ و علی آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَعمال کی اقسام:

اعمال کی دو قسمیں ہیں:

1: باطنی اعمال 2: ظاہری اعمال

باطنی اعمال سے مراد وہ کام ہیں جن کا تعلق انسان کے دل کے ساتھ ہے جیسے صبر و شکر، عفو و حلم، سخاوت و شجاعت اور شرم و حیاء وغیرہ۔ باطنی اعمال جس علم میں بیان کیے جاتے ہیں اسے تصوف اور طریقت کہتے ہیں اور ان اَعمال کو ”اَخلاق“ کا نام دیا جاتا ہے۔

ظاہری اعمال سے مراد وہ کام ہیں جن کا تعلق انسان کے ظاہری اعضاء سے ہے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ۔ یہ اعمال جس علم میں بیان کیے جاتے ہیں اسے ”فقہ“ کہتے ہیں اور ان اعمال کو ”مسائل“ کا نام دیا جاتا ہے۔

فقہ کی تعریف:

فقہ کا لغوی معنی:

امام ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور الانصاری الافریقی (ت 711ھ) لکھتے ہیں:

الفِقْهُ... قَالَ ابْنُ الْأَثِيرِ: واشْتِقَاقُهُ مِنَ الشَّقِّ وَالْفَتْحِ.

لسان العرب لابن منظور: ج 11 ص 210 مادۃ فقہ

ترجمہ: امام (ابو الحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری) ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) فرماتے ہیں کہ لفظ فقہ؛ شق اور فتح سے مشتق ہے (جس کا معنی ہے: پھاڑنا اور کھولنا)۔

فقہ کا اصطلاحی معنی:

امام سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی رحمہ اللہ (ت 792ھ) لکھتے ہیں:

اَلْعِلْمُ بِالْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ الْعَمَلِيَّةِ مِنْ أَدِلَّتِهَا التَّفْصِيلِيَّةِ.

التوضیح والتلویح: ص 28

ترجمہ: احکام شرعیہ عملیہ کو ان کے تفصیلی دلائل سے معلوم کرنے کا نام ”فقہ“ ہے۔

دین کے فروعی مسائل کو شرعی دلائل سے جاننے کا نام "فقہ" ہے۔

فائدہ:

[1]: امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ (ت150ھ) نے فقہ کی جو تعریف فرمائی ہے جسے علامہ علاء الدین عبد العزیز بن احمد بن محمد البخاری الحنفی رحمہ اللہ (ت730ھ) نے یوں بیان کیا ہے:

وَالْفِقْهُ عَلٰى مَا رُوِيَ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ: مَعْرِفَةُ النَّفْسِ مَا لَهَا وَمَا عَلَيْهَا.

کشف الاسرار شرح اصول البزدوی: ص11

ترجمہ: فقہ کی تعریف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے یوں منقول ہے: فقہ ان چیزوں کے پہچاننے کا نام ہے جو انسان کے لیے مفید یا مضر ہوں۔

[2]: بندہ نے عوام الناس کو "فقہ" کا مفہوم سمجھانے کے لیے عام فہم تعریف یوں کی ہے:

"قرآن مجید، سنت نبویہ علی صاحبہا السلام، اجماع امت اور قیاس شرعی سے ثابت شدہ مسئلے کا نام؛ فقہ ہے۔"

اصولِ فقہ کی تعریف:

امام سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی رحمہ اللہ (ت792ھ) لکھتے ہیں:

وَعِلْمُ أُصُوْلِ الْفِقْهِ؛ الْعِلْمُ بِالْقَوَاعِدِ الَّتِيْ يُتَوَصَّلُ بِهَا إِلَيْهِ عَلٰى وَجْهِ التَّحْقِيْقِ.

التوضیح والتلویح: ص53

ترجمہ: علم اصول فقہ؛ ان قواعد کو جاننے کا نام ہے جن کے ذریعے علی وجہ التحقیق فقہ تک رسائی ہوتی ہے۔

اصولِ فقہ کا مدوّنِ اوّل:

سب سے پہلے سراج الامۃ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ (ت150ھ) نے فقہ کے اصول و قواعد کو مرتب فرما کر امت کے سامنے پیش کیا۔

امام ابو الوفاء علی احمد الافغانی رحمہ اللہ (ت1400ھ) تحریر فرماتے ہیں:

وَأَمَّا أَوَّلُ مَنْ صَنَّفَ فِيْ عِلْمِ الْأُصُوْلِ فِيْمَا نَعْلَمُ فَهُوَ إِمَامُ الْأَئِمَّةِ، وَسِرَاجُ الْأُمَّةِ أَبُوْ حَنِيْفَةَ النُّعْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَيْثُ بَيَّنَ طُرُقَ الْاِسْتِنْبَاطِ فِيْ (كِتَابِ الرَّأْيِ) لَهٗ، وَتَلَاهُ صَاحِبَاهُ الْقَاضِيْ

اَلْإِمَامُ أَبُوْ يُوْسُفَ يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ الْاَنْصَارِيّ، وَالْإِمَامُ الرَّبَّانِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الشَّيْبَانِيّ رَحِمَهُمَا اللهُ. ثُمَّ الْإِمَامُ مُحَمَّدُ بْنُ إِدْرِيْسَ الشَّافِعِيّ رَحِمَهُ اللهُ صَنَّفَ رِسَالَتَهُ

مقدمہ اصول السرخسی:03 طبع دارالفکر

ترجمہ: ہمارے علم کے مطابق جس شخصیت نے سب سے پہلے اصولِ فقہ کو تصنیف فرمایا وہ امام الائمہ سراج الامت ابو حنیفہ نعمان رضی اللہ عنہ ہیں، کہ آپ نے اپنی تصنیف "کتاب الرأی" میں استنباط و استخراج کے اصول اور طریقے بیان فرمائے۔ اور آپ کے دونوں شاگردوں قاضی امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری اور امام ربانی محمد بن حسن الشیبانی رحمہا اللہ نے (آپ کے بیان کردہ اصول و قواعد) کی پیروی کی۔ پھر امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ نے (فقہ کے اصول و قواعد پر مشتمل) اپنا ایک رسالہ تصنیف فرمایا۔

شرعی دلائل:

وہ شرعی دلائل جو فقہ کا ماخذ اور اصولِ فقہ کی بنیاد ہیں، چار ہیں:

1: کتاب اللہ   2: سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

3: اجماعِ امت   4: قیاسِ شرعی

ان چاروں دلائل سے شرعی احکامات کو ثابت کیا جاتا ہے، لیکن ان چاروں دلائل سے مسائل کو ثابت کرنا فقہاء کرام و مجتہدین عظام کا کام ہے، عام آدمی اس کا اہل نہیں۔

فقہاء کرام رحمہم اللہ نے "اصولِ فقہ" کے عنوان پر امت مسلمہ کو جو علمی ذخیرہ دیا ہے اسے دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

1: پہلا حصہ کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اجماعِ امت اور قیاسِ شرعی کی مباحث پر مشتمل ہوتا ہے۔

2: اصولِ فقہ کا دوسرا حصہ پہلے حصے سے بہت منفرد اور جدا ہے، اس حصے میں اصول، قواعد، علت و حکمت، عرف ورواج، تاویل اور عموم بلویٰ وغیرہ جیسے عنوانات پر بحث کی جاتی ہے۔

اصولِ فقہ کی پہلی قسم کی مباحث کو جن کتابوں میں بیان کیا جاتا ہے، ان کتابوں کو عام طور پر "اصولِ فقہ"

کا نام دیا جاتا ہے۔ زیرِ نظر کتاب بھی اصولِ فقہ کے اسی حصہ سے متعلق ہے۔ اور دوسری قسم کی مباحث کو جن کتابوں میں ذکر کیا جاتا ہے ان کو عموماً " قواعدِ فقہیہ " کہا جاتا ہے۔

ہماری اس کتاب میں چاروں شرعی دلائل (کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اجماعِ امت اور قیاسِ شرعی) پر سلیس انداز میں قدرے تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے تاکہ اس فن سے متعلق ضروری مباحث کو پڑھنا پڑھانا اور یاد رکھنا سہل ہو جائے۔

باب اول؛ کتاب اللہ

باب اول درج ذیل سات فصول پر مشتمل ہے:

فصل اول: قرآن کی تعریف، نظم اور معنیٰ کا مطلب، کلامِ لفظی اور کلامِ نفسی کا مطلب، کتاب اللہ کی اجمالی تقسیم کا بیان ہو گا۔

فصل ثانی: کتاب اللہ کی تفصیلی تقسیم میں سے خاص کی پانچ اَبحاث پر گفتگو ہو گی۔

فصل ثالث: عام، مشترک اور مُؤوّل کا تذکرہ ہو گا۔

فصل رابع: ظاہر، نص، مُفَسَّر اور محکم پر بات ہو گی۔

فصل خامس: خفی، مشکل، مجمل اور متَشابہ کا بیان ہو گا۔

فصل سادس: حقیقت، مجاز، صریح اور کنایہ پر گفتگو ہو گی۔

فصل سابع: عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص اور اقتضاء النص کا بیان ہو گا۔

[1]: کتاب اللہ

فصلِ اول

پہلی فصل میں قرآن کریم کی تعریف، نظم اور معنیٰ کا مطلب، کلامِ لفظی اور کلامِ نفسی کا مطلب، کتاب اللہ کی اجمالی تقسیم کا بیان ہو گا۔

قرآن کریم کی تعریف:

امام ابوالبرکات حافظ الدین عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی رحمہ اللہ (م:710ھ) فرماتے ہیں:

اَلْقُرْاٰنُ اَلْمُنَزَّلُ عَلَى الرَّسُوْلِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْمَكْتُوْبُ فِي الْمَصَاحِفِ اَلْمَنْقُوْلُ عَنْهُ نَقْلًا مُّتَوَاتِرًا بِلَا شُبْهَةٍ.

المنار مع نور الانوار: ص9، 10

ترجمہ: قرآن وہ (خدا تعالیٰ کا پاک کلام) ہے جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، مصاحف میں لکھا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقلِ متواتر سے منقول ہوا۔

فائدہ:

صحیح اور راجح بات یہی ہے کہ قرآن کریم نظم اور معنیٰ کے مجموعے کا نام ہے۔

نظم اور معنیٰ کا مطلب:

نظم سے قرآن کریم کے الفاظ اور معنیٰ سے قرآن کریم کا مفہوم مراد ہے۔

کلامِ لفظی اور کلامِ نفسی کا مطلب:

کلامِ لفظی

اَلْكَلَامُ اللَّفْظِيُّ هُوَ كَلَامٌ مُشْتَمِلٌ عَلَى الْحُرُوْفِ وَالْأَصْوَاتِ وَهُوَ الَّذِيْ يُكْتَبُ وَيُسْمَعُ وَيُقْرَأُ.

تنقیحاتِ متکلمِ اسلام

ترجمہ: کلام لفظی؛ اس کلام کو کہتے ہیں جو حروف اور آوازوں پر مشتمل ہو، یہی وہ کلام ہے جو لکھا، سنا اور پڑھا جاتا ہے۔

کلامِ نفسی:

مولانا عبد الحلیم لکھنوی رحمہ اللہ (ت1285ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ الْكَلَامَ النَّفْسِيَّ عِبَارَةٌ عَنْ صِفَةٍ قَدِيمَةٍ قَائِمَةٍ بِذَاتِ اللهِ تَعَالٰى. مُنَافِيَةٍ لِلسُّكُوْتِ، وَالْخَرْسِ يَدُلُّ عَلَيْهَا الْكَلَامُ اللَّفْظِيُّ.

قمر الاقمار حاشیۃ نور الانوار لعبد الحلیم اللکھنوی: ص14

ترجمہ: کلام نفسی؛ ایسی صفت قدیم ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے، جو خاموشی اور گونگا پن کے منافی ہے، جس پر کلام لفظی دلیل بنتا ہے۔

کلام لفظی سے قرآن کریم کے یہ الفاظ مراد ہیں جو نقوش کی صورت میں ہمارے سامنے ہوتے ہیں اور جنہیں دیکھ کر ہم پڑھتے ہیں۔ اور کلام نفسی سے وہ کلام مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور جس پر قرآن کے الفاظ دلالت کرتے ہیں۔ کلامِ لفظی حادث اور کلامِ نفسی قدیم ہے۔

قدیم اور حادث کا معنیٰ:

قدیم کا معنیٰ:

امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ البیہقی رحمہ اللہ (ت458ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ الْحَلِيمِيُّ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى فِي مَعْنَى الْقَدِيمِ : إِنَّهُ الْمَوْجُودُ الَّذِي لَيْسَ لِوُجُودِهِ ابْتِدَاءٌ.

کتاب الاسماء والصفات للبیہقی: ج1 ص37

ترجمہ: امام ابو عبد اللہ الحسین الحلیمي الشافعي رحمہ اللہ (ت403ھ) نے قدیم کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے فرمایا: قدیم اس موجود ذات کو کہتے ہیں جس کے لیے کوئی ابتداء نہ ہو (یعنی وہ ہمیشہ سے ہو)۔

حادث کا معنیٰ:

علامہ سید الشریف علی بن محمد الجرجانی رحمہ اللہ (ت816ھ) لکھتے ہیں:

اَلْحَادِثُ مَا يَكُوْنُ مَسْبُوْقًا بِالْعَدَمِ.

کتاب التعریفات للجرجان: ص110

ترجمہ: حادث؛ اس چیز کو کہتے ہیں جس سے پہلے عدم ہو (یعنی جسے عدم سے وجود ملا ہو وہ حادث ہے۔)

فائدہ:

اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی تمام صفات بھی قدیم ہیں، کلامِ نفسی بھی چونکہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے اس لیے وہ بھی قدیم ہے۔

قرآن کریم کے الفاظ چونکہ ختم ہونے والے ہیں اس لیے کلامِ لفظی؛ حادث ہے۔

کتاب اللہ کی تقسیم

اجمالی تقسیم:

کتاب اللہ نظم اور معنٰی دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ان دونوں کے لحاظ سے کتاب اللہ کی کل بیس (20) اقسام بنتی ہیں۔

ان بیس اقسام کے نام یہ ہیں:

1:خاص	2:عام	3:مشترک
4:مُؤَوَّل	5:ظاہر	6:نص
7:مُفَسَّر	8:محکم	9:خفی
10:مشکل	11:مجمل	12:مُتَشابہ
13:حقیقت	14:مجاز	15:صریح
16:کنایہ	17:عبارۃ النص	18:اشارۃ النص
19:دلالۃ النص	20:اقتضاء النص	

ذیل میں اجمالی طور پر ان اقسام کو درج کیا جاتا ہے:

[1]:پہلی تقسیم: وضع کے اعتبار سے

اس لحاظ سے لفظ کی یہ چار اقسام ہیں:

1:خاص 2:عام 3:مشترک 4:مؤوَّل

[2]:دوسری تقسیم: ظہور کے اعتبار سے

اس اعتبار سے لفظ کی یہ چار اقسام ہیں:

1:ظاہر 2:نص 3:مفسر 4: محکم

[3]:تیسری تقسیم: خِفاء کے اعتبار سے

اس لحاظ سے لفظ کی یہ چار اقسام ہیں:

1:خفی 2:مشکل 3:مجمل 4:متَشابہ

[4]:چوتھی تقسیم: معنیٰ میں استعمال ہونے کے لحاظ سے

اس لحاظ سے لفظ کی یہ چار قسمیں ہیں:

1:حقیقت 2:مجاز 3:صریح 4:کنایہ

[5]:پانچویں تقسیم: کیفیتِ دلالت کے لحاظ سے

اس اعتبار سے لفظ کی یہ چار اقسام ہیں:

1:عبارۃ النص 2:اشارۃ النص 3:دلالۃ النص 4:اقتضاء النص

فصلِ ثانی

دوسری فصل میں کتاب اللہ کی تفصیلی تقسیم میں سے خاص کی پانچ اَبحاث پر گفتگو ہوگی۔

کتاب اللہ کی تفصیلی تقسیم:

ذیل میں کتاب اللہ کی اقسام کو قدرے وضاحت اور تفصیل کے ساتھ تحریر کیا جاتا ہے۔

[1]: نظم کی پہلی تقسیم: وضع کے اعتبار سے

وضع کا مطلب یہ ہے کہ لفظ جس معنیٰ پر دلالت کرنے کے لیے وجود میں آیا ہے وہ ایک معنیٰ ہوگا یا متعدد (ایک سے زائد) معانی ہوں گے۔

اگر لفظ کی دلالت ایک معنیٰ پر ہو اور اس میں کسی اور معنیٰ کا احتمال نہ ہو تو یہ "خاص" ہے، اگر دوسرے کسی معنیٰ کا احتمال بھی ہو تو یہ "عام" ہے۔

اگر لفظ متعدد (ایک سے زائد) معنیٰ پر دلالت کرے مگر ان میں سے کسی ایک معنیٰ کو تاویل کے ذریعے راجح قرار دیا جاسکتا ہو تو یہ "مؤوَّل" ہے، اگر تاویل کے ذریعے کسی ایک معنیٰ کو ترجیح دینا ممکن نہ ہو تو وہ "مشترک" ہے۔

وضع کے اعتبار سے لفظ کی چار اقسام کی وضاحت حسبِ ذیل ہے:

[1]: وضع کی پہلی قسم؛ خاص:

خاص سے متعلق پانچ عنوانات پر بحث ہوگی:

پہلی بحث:	خاص کی تعریف اور حکم سے متعلق
دوسری بحث:	مُطلَق کے بارے میں
تیسری بحث:	مُقیَّد کے بیان میں
چوتھی بحث:	اَمر سے متعلق
پانچویں بحث:	نَہی سے متعلق

خاص کی پہلی بحث

خاص کی تعریف:

امام نظام الدین ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم الخراسانی الشاشی الحنفی رحمہ اللہ (ت335ھ) لکھتے ہیں:

هُوَ لَفْظٌ وُضِعَ لِمَعْنًى مَعْلُوْمٍ أَوْ لِمُسَمًّى مَعْلُوْمٍ عَلَى الْاِنْفِرَادِ.

اصول الشاشی ص:25

ترجمہ: خاص وہ لفظ ہے جس کو ایک معلوم معنیٰ یا ایک معلوم چیز کے لیے الگ حیثیت سے وضع کیا گیا ہو۔

یعنی لفظ کا ایسا معنیٰ جو فردِ واحد یا کثیر متعین افراد پر یکساں طور پر بولا جائے۔ آسان الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ خاص وہ لفظ ہے جو ایک ہی معنیٰ و مفہوم پر دلالت کرے اور وہ معنیٰ محدود اور متعین ہو۔

معنیٰ پر دلالت کے اعتبار سے خاص کی تین اقسام:

ایک ہی معنیٰ پر لفظ کی دلالت کبھی متعین شخص (فرد) کے لحاظ سے ہو گی، کبھی متعین نوع اور کبھی متعین جنس کے اعتبار سے ہو گی۔ اس لحاظ سے خاص کی یہ تین قسمیں ہیں:

1: خاص شخصی   2: خاص نوعی   3: خاص جنسی

[1]: خاص شخصی:

اگر لفظ ایسے مفہوم پر دلالت کرے جس سے ایک ہی ذات مراد لی جائے تو اسے خاص شخصی یا خاص الفرد کہتے ہیں۔

مثال: یوسف، محمد اور احمد۔ لفظ یوسف صرف اسی شخص پر دلالت کرے گا جس کا نام یوسف ہو گا، اسی طرح لفظ محمد اور احمد بھی صرف انہی افرار پر دلالت کریں گے جن کا نام محمد اور احمد ہو گا۔ لفظ یوسف، محمد پر اور لفظ محمد، احمد پر دلالت نہیں کرے گا۔

[2]: خاص نوعی:

جو لفظ ایسے مفہوم پر دلالت کرے کہ اس میں شامل تمام افراد کی اَغراض یکساں ہوں، اس کو خاص نوعی یا

خاص النوع کہتے ہیں۔

مثال:

رَجُلٌ (مرد)، إِمْرَأَةٌ (عورت)۔ مرد الگ نوع ہے اور عورت الگ نوع ہے، مرد کی غرض جدا ہے اور اس میں مرد کے تمام افراد متحد ہیں۔ عورت کی غرض جدا ہے اور اس میں عورت کے تمام افراد متحد ہیں۔

فطری طور پر مرد کی اغراض یہ ہیں کہ وہ حاکمیت و امامت کے منصب پر فائز ہوتا ہے، حدود و قصاص میں اس کی شہادت (گواہی) معتبر ہوتی ہے اور شوہر بننے کا حق اس کو حاصل ہوتا ہے۔

فطری طور پر عورت کی اغراض یہ ہیں کہ وہ محکوم ہوتی ہے، اُمورِ خانہ داری سرانجام دیتی ہے اور اس میں بیوی بننے اور بچے پیدا کرنے کی اہلیت رکھی گئی ہے۔

[3]: خاص جنسی:

جو لفظ ایسے مفہوم پر دلالت کرے کہ اس میں شامل افراد کی اَغراض الگ الگ ہوں، اس کو خاص جنسی یا خاص الجنس کہتے ہیں۔

مثال:

لفظ انسان؛ اپنے افراد مرد اور عورت دونوں پر دلالت کرتا ہے، مگر دونوں کی اغراض جدا جدا ہیں۔

خاص کا حکم:

امام نظام الدین ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم الخراسانی الشاشی الحنفی رحمہ اللہ (ت 335ھ) لکھتے ہیں:

حُکْمُ الْخَاصِ مِنَ الْکِتَابِ وُجُوْبُ الْعَمَلِ بِهٖ لَا مُحَالَةَ.

اصول الشاشی ص:25

ترجمہ: کتاب اللہ کے خاص کا حکم یہ ہے کہ اس کے معنیٰ پر ہر حال میں عمل کرنا واجب ہے۔

یعنی خاص اپنے مدلول (معنیٰ) پر قطعیت کے ساتھ دلالت کرتا ہے اس لیے بغیر کمی بیشی کے اس پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔

مثال:

قرآن کریم میں ہے:

وَ الۡمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوۡٓءٍ

البقرۃ:228

ترجمہ: اور مطلقہ خواتین؛ تین ماہواریوں تک خود کو روکے رکھیں۔

سید الفقہاء، امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے "قَرْءٌ" سے حیض مراد لیا ہے، کہ مطلقہ عورت کی عدت مکمل تین حیض ہے۔ وجہ یہ ہے کہ لفظ "قُرُوْٓءٍ" سے پہلے لفظ "ثَلٰثَةَ" ایک خاص عدد ہے کیونکہ اس کی مراد بالکل واضح ہے۔ یعنی وہ مخصوص عدد جو چار سے کم اور دو سے زیادہ ہو اسے "ثَلٰثَةَ" کہتے ہیں اور "ثَلٰثَةَ" کا تقاضا تبھی پورا ہو گا جب "قَرْءٌ" سے حیض مراد ہو، طہر مراد ہو تو پھر نص کے تقاضا پر پوری طرح عمل ممکن نہیں۔

وجہ یہ ہے کہ طلاق کا مشروع وقت حالتِ طہر ہے، حالتِ حیض نہیں۔ طہر کی حالت میں طلاق ہونے پر وہ خاتون اگلے تین حیض مکمل کرے گی تو اس طرح لفظ "ثَلٰثَةَ" کا تقاضا بھی پورا ہو جائے گا اور عدت بھی مکمل ہو جائے گی۔ اگر "قَرْءٌ" سے طہر مراد لیں تو اس صورت میں "ثَلٰثَةَ" کے تقاضا پر عمل نہیں ہو سکے گا، کیوں کہ عدت مکمل تین نہیں رہے گی بلکہ تین سے کم یا زیادہ ہو جائے گی۔ جس طہر میں طلاق واقع ہوئی اسے شمار کرنے سے عدت تین طہر سے کم ہو جائے گی، اور شمار نہ کرنے سے عدت تین طہر سے زیادہ ہو جائے گی۔ تو اس لیے ضروری ہے کہ "قُرُوْٓءٍ" کا معنیٰ حیض کیا جائے تاکہ نص کے تقاضا کے خلاف لازم نہ آئے۔

خاص کی دوسری بحث

مطلق کی تعریف:

امام محمود بن زید الحنفی الماتریدی رحمہ اللہ (وفات اوائل سن 600 ہجری) لکھتے ہیں:

هُوَ مَا تَعَرَّضَ لِلذَّاتِ دُوْنَ الصِّفَاتِ.

کتابٌ فی اصول الفقہ: ص 141

ترجمہ: مطلق وہ لفظ ہے جو صفات سے قطع نظر محض ذات پر دلالت کرے۔یعنی مطلق ایسی ذات پر دلالت کرتا ہے جس کے ساتھ کسی قسم کی کوئی قید یا صفت موجود نہ ہو، کیوں کہ مطلق کسی خاص ذات پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اس سے کوئی بھی ذات مراد لی جاسکتی ہے۔کسی ذات کے ساتھ جب کوئی قید یا صفت موجود ہو تو وہ مقیّد و مخصوص ہو جاتی ہے، مطلق نہیں رہتی۔اس لیے مطلق کے لیے ضروری ہے کہ وہ جس ذات پر دلالت کرے وہ ہر قسم کی قید یا صفت سے خالی ہو۔

مثال 1:

رَجُلٌ (کوئی آدمی) مَسْجِدٌ (کوئی مسجد) کِتَابٌ (کوئی کتاب)۔ان الفاظ میں دنیا بھر کا کوئی آدمی، دنیا بھر کی کوئی مسجد اور دنیا بھر کی کوئی کتاب مراد ہے۔

لیکن اگر ان الفاظ کے ساتھ کوئی قید یا صفت لگا دیں تو یہ مطلق نہ رہیں گے۔جیسے یوں کہا جائے: رَجُلٌ صَالِحٌ (نیک آدمی) مَسْجِدٌ جَامِعٌ (جامع مسجد) کِتَابُ اللّٰہِ (اللہ تعالیٰ کی کتاب)۔ان الفاظ میں ہر آدمی مراد نہیں بلکہ نیک آدمی مراد ہے، اسی طرح ہر مسجد اور ہر کتاب مراد نہیں بلکہ جامع مسجد اور اللہ کی کتاب مراد ہے۔

مثال 2:

قرآن کریم میں ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ط وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ

البقرۃ: 185

ترجمہ: تو تم میں سے جو کوئی اس مہینے میں موجود ہو وہ ضرور اس کے روزے رکھے۔ اور جو شخص مریض ہو یا سفر پر ہو تو بعد میں گنتی پوری کر لے۔

آیت کریمہ میں "اَیَّامٍ" مطلق ہے، اس میں کسی قسم کی کوئی قید مذکور نہیں۔ اس لیے مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شرعی یا طبعی عذر کی وجہ سے رمضان المبارک کے روزے رہ جائیں تو رمضان المبارک کے بعد جب بھی روزہ رکھنے کی قدرت حاصل ہو، قضا کر لیے جائیں۔ ان روزوں کو مسلسل رکھنا یا رمضان کے فوراً بعد رکھنا ضروری نہیں، بلکہ قضا کرنے والے کو اختیار ہے، جس طرح بھی قضا کرنا چاہے کر سکتا ہے۔

مطلق کا حکم:

إِيْجَابُ الْفِعْلِ فِي الْمَأْمُوْرِ بِهٖ عَلٰى وَجْهِ التَّخْيِيْرِ بِدُوْنِ صِفَةٍ

ترجمہ: (کسی شخص پر) مامور بہٖ کو اس طرح لازم قرار دینا کہ اس کی ادائیگی میں کوئی قید ملحوظ نہ رکھی جائے۔

جیسے "فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ" میں قضا کا حکم مطلق ہے اس میں کسی قید کا ذکر نہیں، اس میں قضا کرنے والے کو اختیار حاصل ہے کہ جن دنوں میں بھی چاہے، قضا کر لے اور مسلسل روزے رکھنا بھی ضروری نہیں۔

ملحوظہ:

مامور بہٖ کا مطلب: جس کام کا حکم دیا گیا ہو۔

خاص کی تیسری بحث

مقیَّد کی تعریف:

امام محمود بن زید الحنفی الماتریدی رحمہ اللہ (وفات اوائل سن 600 ہجری) لکھتے ہیں:

مَا تَعَرَّضَ ذَاتًا مَوْصُوْفَةً بِصِفَةٍ.

کتابٌ فی اصول الفقہ: ص 141

ترجمہ: مقیَّد وہ لفظ ہے جو ایسی ذات پر دلالت کرے جو کسی صفت کے ساتھ متَّصف ہو۔

مقید سے چونکہ مخصوص ذات مراد ہوتی ہے، اس لیے ضروری ہے کہ وہ جس ذات پر دلالت کرے اس میں کوئی قید یا صفت بھی موجود ہو۔

مثال 1:

قرآن کریم میں ہے:

﴿وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ﴾

سورۃ النساء: 92

ترجمہ: جس شخص نے کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دیا تو اس پر لازم ہے کہ ایک مسلمان غلام آزاد کرے اور مقتول کے ورثاء کو دیت ادا کرے، ہاں اگر وہ معاف کر دیں (تو ان کو حق حاصل ہے)۔

اگر کوئی شخص کسی کو غلطی سے قتل کر دے تو اس کے کفارہ میں صرف غلام آزاد کرنا کافی نہیں بلکہ "مومن غلام" آزاد کرنا لازم ہے کیونکہ قرآن کریم میں "رَقَبَةٍ" کے ساتھ "مُّؤْمِنَةٍ" کی قید لگائی گئی ہے۔

مثال 2:

قرآن کریم میں ہے:

﴿فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا﴾

سورۃ المجادلۃ: 4

ترجمہ: پھر جس آدمی کو غلام میسر نہ ہو تو اس کے ذمہ لگاتار دو مہینوں کے روزے ہیں، اس سے پہلے کہ وہ ایک

دوسرے کو[شہوت کے ساتھ]ہاتھ لگائیں۔[ازدواجی تعلقات قائم کریں۔]

اس آیتِ کریمہ میں کفارۂ ظِہار کے روزوں میں تتابع (مسلسل) ہونے کی قید لگادی گئی ہے۔ لہٰذا کفارۂ ظِہار کے روزوں کو مسلسل رکھنا ضروری ہے۔ کفارہ کی ادائیگی سے پہلے بیوی کو شہوت کے ساتھ چُھونا بھی جائز نہیں اور نہ ہی ازدواجی تعلقات قائم کرنا جائز ہے۔

فائدہ:

ظہار کا معنیٰ ہے: بیوی کو اپنی ماں، بہن یا دیگر کسی مَحرم خاتون (جس کے ساتھ ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہو) کے کسی ایسے عضو کے ساتھ تشبیہ دینا جس کو دیکھنا حرام ہو۔ مثلاً خاوند یوں کہے: تو مجھ پر ایسے ہے میری ماں یا بہن کی کمر۔ ظہار سے طلاق تو واقع نہیں ہوتی البتہ جب تک کفارہ ادا نہ کر لیا جائے تب تک بیوی سے صحبت کرنا حلال نہیں ہوتا۔

مقید کا حکم:

اِيْجَابُ الْفِعْلِ فِي الْمَأْمُوْرِ بِهٖ مَعَ صِفَةٍ مُّعَيَّنَةٍ

ترجمہ: مامور بِہٖ (جس کام کا حکم دیا گیا ہو) کی ادائیگی کو کسی صفت کے ساتھ متَّصف کرکے واجب قرار دینا۔

یعنی مامور بِہٖ میں جو قید مذکور ہو، اس قید کے ساتھ ہی اس پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے، اس قید کا لحاظ رکھے بغیر اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہوتا۔ جیسے ظہار کے کفارہ میں دو ماہ روزوں کو لگاتار رکھنا ضروری ہے، تسلسل کے بغیر روزے رکھنا شرعاً معتبر نہیں۔

خاص کی چوتھی بحث

امر کی تعریف:

شیخ احمد بن ابی سعید بن عبد اللہ بن عبد الرزاق الحنفی "ملاجیون" رحمہ اللہ (ت1130ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ قَوْلُ الْقَائِلِ لِغَيْرِهٖ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِسْتِعْلَاءِ "اِفْعَلْ".

نورالانوار ص:81

ترجمہ: اپنے آپ کو صاحبِ اختیار اور غالب سمجھتے ہوئے کسی دوسرے شخص کو کسی کام کے کرنے کا حکم دینا۔

فائدہ:

اَمر کا معنٰی ہے حکم دینا اور جس کام کا حکم دیا جائے اسے "ماموربِہ" کہتے ہیں۔

مثال:

قرآن کریم میں ہے:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ

البقرۃ:110

ترجمہ: اور تم نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو۔

اس آیتِ کریمہ میں نماز اور زکوۃ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔

امر کا حکم:

امام نظام الدین ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم الخراسانی الشاشی الحنفی رحمہ اللہ (ت335ھ) لکھتے ہیں:

اِنَّ مُوْجَبَهُ الْوُجُوْبُ إِلَّا اِذَا قَامَ الدَّلِيْلُ عَلٰى خِلَافِهٖ.

اصول الشاشی: ص:83

ترجمہ: امر کا حکم وجوب ہے، ہاں اگر وجوب کے خلاف کوئی دلیل (قرینہ) پائی جائے تو اب وہی معنی مراد ہو گا۔

مثال:

قرآن کریم میں ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّيْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا

بنی اسرائیل:78

ترجمہ: سورج ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی تک نماز کا اہتمام کیا کریں اور نمازِ فجر کی تلاوتِ قرآن کا بھی۔ بے شک نمازِ فجر کی تلاوت میں خوب حاضری ہوتی ہے۔

اس آیت کریمہ ''اَقِمِ الصَّلٰوۃَ'' میں نماز والے فعل کو لازم قرار دیا گیا ہے کہ نماز کی ادائیگی ہر مسلمان مرد و عورت پر (شرائط پائے جانے کی صورت میں) ضروری ہے۔

مامور بِہ کی تعریف:

جن کاموں کا شریعت کی طرف سے حکم دیا گیا ہے، انہیں ''مامور بِہ'' کہتے ہیں۔

☆ مامور بہ کی تقسیم ادائیگی کے لحاظ سے:

ادائیگی کے اعتبار سے مامور بِہ دو طرح کے ہیں: 1: مطلق عن الوقت 2: مقید بالوقت

ایسے کام جن کی ادائیگی کسی وقت کے ساتھ خاص نہیں، انہیں کسی بھی وقت ادا کیا جا سکتا ہے ایسے کاموں کو ''مطلق عن الوقت'' کہا جاتا ہے۔ اور ایسے کام جن کی ادائیگی کسی خاص وقت میں ضروری ہوتی ہے، انہیں ''مقید بالوقت'' کہا جاتا ہے۔

مطلق عن الوقت کی تعریف:

مولانا حافظ محمد برکت اللہ لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اَلَّذِیْ لَمْ یَتَعَلَّقْ أَدَاءُ الْمَأْمُوْرِ بِهٖ بِوَقْتٍ مَّحْدُوْدٍ.

احسن الحواشی علی اصول الشاشی: ص:89

ترجمہ: ایسا مامور بہ جس کی ادائیگی کسی معین و مخصوص وقت کے ساتھ متعلق نہ ہو۔

مثال: قضاء یا کفارہ کا روزہ، زکوٰۃ، صدقۃ الفطر۔

مقیّد بالوقت کی تعریف:

مولانا حافظ محمد برکت اللہ لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مَا عَيَّنَ الشَّرْعُ لِأَدَائِهٖ وَقْتًا عَلٰی وَجْهٍ يَفُوْتُ الْأَدَاءُ بِفَوَاتِهٖ

احسن الحواشی علی اصول الشاشی:ص:83

ترجمہ: ایسا مامور بہ جس کی ادائیگی کو شریعت نے کسی مخصوص وقت کے ساتھ اس طرح متعلق کیا ہو کہ اگر وہ وقت گزر جائے تو مامور بہ کی ادائیگی بھی فوت ہو جائے۔

مثال:

پنجگانہ نماز، رمضان المبارک کا روزہ، قربانی۔

مقیدبالوقت کی دو قسمیں ہیں:

1: ظرف ہونا

2: معیار ہونا

پہلی قسم:

اس میں تین باتیں پائی جاتی ہیں:

1: وقت مامور بہ کے لیے ظرف بن رہا ہو۔

2: وقت مامور بہ کے لیے شرط بن رہا ہو۔

3: وقت مامور بہ کے لیے سبب بن رہا ہو۔

اس کی مثال نماز کا وقت ہے، کیونکہ....

- ہر نماز کی ادائیگی کے بعد وقت بچ جاتا ہے تو یہ "ظرف" ہوا۔
- اگر وقت فوت ہو جائے تو نماز کی ادا بھی فوت ہو جاتی ہے۔ اب نماز قضا ہی پڑھنا ہو گی۔ تو اس صورت میں وقت؛ نماز کے لیے شرط ہوا۔
- اگر مامور بہ ذمہ میں لازم ہی نہ ہو اور ادا کر لیا جائے تو معتبر نہیں ہوتا۔ نماز بھی اگر وقت سے پہلے پڑھ لی

جائے تو اس کی ادائیگی معتبر نہیں ہو گی۔ بلکہ وقت کے شروع ہونے سے ہی یہ ذمہ میں واجب ہو گی۔ تو اس صورت میں وقت؛ نماز کے لیے سبب ہوا۔

چنانچہ علامہ حسام الدین محمد بن محمد بن عمر اَلْاَخْسِیْکَثِیْ رحمہ اللہ (ت644ھ) لکھتے ہیں:

نَوْعٌ جُعِلَ الْوَقْتُ ظَرْفًا لِلْمُؤَدّٰی وَشَرْطًا لِلْأَدَاءِ وَسَبَبًا لِلْوُجُوْبِ، وَهُوَ وَقْتُ الصَّلَاةِ، أَلَا يُرٰى أَنَّهُ يَفْضُلُ عَنِ الْأَدَاءِ فَكَانَ ظَرْفًا، لَا مِعْيَارًا وَالْأَدَاءُ يَفُوْتُ بِفَوْتِهٖ، فَكَانَ شَرْطًا وَالْأَدَاءُ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ صِفَةِ الْوَقْتِ، وَيَفْسُدُ التَّعْجِيْلُ قَبْلَهُ، فَكَانَ سَبَبًا.

الحسامی: ص77

ترجمہ: (مقید بالوقت کی) پہلی قسم جس میں وقت کو مامور بہ کے لیے ظرف، مامور بہ کی ادائیگی کے لیے شرط اور مامور بہ کے وجوب کے لیے سبب بنایا گیا ہو۔ اور یہ نماز کا وقت ہے۔ کیا یہ بات واضح نہیں ہے کہ نماز کی ادائیگی کے بعد بھی وقت بچ جاتا ہے تو یہ ظرف ہوا نہ کہ معیار، اور وقت کے ختم ہو جانے سے نماز بھی فوت ہو جاتی ہے تو یہ وقت شرط ہوا اور وقت کی صفت مختلف ہو جانے سے نماز کی ادا بھی مختلف ہو جاتی ہے، اس لیے نماز کو وقت سے پہلے پڑھنا نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔ چنانچہ یہ وقت؛ نماز کا سبب ہوا۔

دوسری قسم:

اس میں دو باتیں پائی جاتی ہیں:

1: وقت مامور بہ کے لیے معیار بن رہا ہو۔

2: وقت مامور بہ کے وجوب کے لیے سبب بن رہا ہو۔

اس کی مثال روزہ کا وقت ہے، کیونکہ ....

- طلوعِ فجر سے لے کر غروبِ آفتاب تک کا مکمل وقت روزہ کے لیے مقرر ہے۔ اگر وقت بڑھ جائے یعنی دن بڑے ہوں تو عبادت (روزہ) بھی بڑھ جاتی ہے اور اگر وقت کم ہو تو عبادت بھی کم ہو جاتی ہے۔ یہ وقت کا روزہ کے لیے معیار بنتا ہے۔
- اگر کوئی شخص رمضان شروع ہونے سے پہلے روزہ رکھ لے تو رمضان کا ادا روزہ شمار نہیں ہوتا اور اگر

رمضان گزر جانے کے بعد روزہ رکھے تو بھی ادا شمار نہیں ہوتا بلکہ قضا شمار ہوتا ہے۔اس صورت میں وقت؛روزہ کے وجوب کے لیے سبب ہوا۔

چنانچہ علامہ حسام الدین محمد بن محمد بن عمر اَلْاَخْسِيْكَثِيْ رحمہ اللہ (ت644ھ) لکھتے ہیں:

وَالنَّوْعُ الثَّانِيْ: مَا جُعِلَ الْوَقْتُ مِعْيَارًا لَهٗ وَسَبَبًا لِوُجُوْبِهٖ، وَهُوَ وَقْتُ الصَّوْمِ، أَلَا تَرٰى أَنَّهٗ قُدِّرَ بِهٖ، وَأُضِيْفَ إِلَيْهِ. وَمِنْ حُكْمِهٖ اَنْ لَا يَبْقٰى غَيْرُهٗ مَشْرُوْعًا فِيْهِ.

الحسامی:ص77

ترجمہ:(مقید بالوقت کی) دوسری قسم وہ ہے جس میں وقت کو مامور بہ کے لیے معیار اور اس کے وجوب کا سبب بنایا گیا ہو، اور یہ روزے کا وقت ہے۔کیا آپ نہیں دیکھتے کہ روزہ کی ادائیگی کے لیے اس (کے پورے) وقت کو مقرر کیا گیا ہے اور (روزہ کے وجوب کو) اس وقت کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔اس کا حکم یہ ہے کہ اس وقت میں اس جیسا اور مامور بہ شرعاً ادا نہیں ہو سکتا۔

☆ مامورِبہٖ کی تقسیم حکم کے لحاظ سے:

حکم کے اعتبار سے مامورِبہٖ کی دو قسمیں ہیں:

1:اداء 2:قضاء

اداء کی تعریف:

امام نظام الدین ابویعقوب اسحاق بن ابراہیم الخراسانی الشاشی الحنفی رحمہ اللہ (ت335ھ) لکھتے ہیں:

عِبَارَةٌ عَنْ تَسْلِيْمِ عَيْنِ الْوَاجِبِ إِلٰى مُسْتَحِقِّهٖ.

اصول الشاشی ص:118

ترجمہ: جو عبادت ذمہ میں واجب ہوئی ہو بِعینہٖ اسی کو بجالانا۔

مثال: ہر نماز کو اس کے متعیّن وقت میں ادا کرنا، اسی طرح رمضان کے ہر روزہ کو اسی کے وقت میں رکھنا۔

اداء کی اقسام:

اداء کی دو قسمیں ہیں:

1:اداء کامل 2:اداء ناقص

اداء کامل کی تعریف:

مولانا حافظ محمد برکت اللہ لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هُوَ اَدَاءُ الْمَأْمُوْرِ بِهٖ عَلٰى وَجْهٍ شُرِعَ عَلَيْهِ مَعَ إِيْفَاءِ جَمِيْعِ حُقُوْقِهٖ

احسن الحواشی علی اصول الشاشی:119

ترجمہ: مامور بہ کو (شریعت کی منشاء کے مطابق) اس طور پر بجالانا کہ ادائیگی میں تمام اوصاف و آداب کی مکمل رعایت رکھی گئی ہو۔

مثال:

ہر نماز کو اپنے وقت میں مسجد میں باجماعت ادا کرنا اداء کامل ہے۔(مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرنا یہ حکم مَردوں کو ہے، خواتین کو نہیں۔)

حکم:

أَنْ يُّحْكَمَ بِالْخُرُوْجِ عَنِ الذِّمَّةِ وَيَسْتَحِقُّ الْأَجْرَ

ترجمہ: فریضہ کامل طور پر ذمہ سے ساقط ہو جائے گا اور ادا کرنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر و ثواب کا حق دار ٹھہرے گا۔

تنقیحات متکلمِ اسلام

اداء ناقص کی تعریف:

امام نظام الدین ابویعقوب اسحاق بن ابراہیم الخراسانی الشاشی الحنفی رحمہ اللہ (ت335ھ) لکھتے ہیں:

هُوَ تَسْلِيْمُ عَيْنِ الْوَاجِبِ مَعَ النُّقْصَانِ فِيْ صِفَتِهٖ

اصول الشاشی ص:120

ترجمہ: جو عبادت ذمہ میں واجب ہوئی ہو اس کو اوصاف و آداب کی کمی کے ساتھ بجالانا۔

مثال:

سجدہ سہو کیے بغیر نماز مکمل کر لینا یا وضو کے بغیر طواف ادا کرنا۔

ایسی نماز جس میں سجدہ سہو واجب ہوا ہو اور سجدہ سہو کیے بغیر وہ مکمل کر لی گئی ہو تو نماز کا وقت ختم ہونے سے پہلے پہلے اس کا اعادہ کرنا (دوبارہ پڑھنا) لازمی ہوتا ہے، اور اِعادہ کر لینے کی صورت میں کامل ادائیگی ہو جائے گی۔ اور وقت کے اندر اعادہ نہ کرنے کی صورت میں یہ ادائیگی ناقص ہو گی۔

اسی طرح بغیر وضو طواف کرنے کی صورت میں ادائیگی ناقص ہو گی، اس لیے اس نقصان کا ازالہ ضروری ہو گا۔ ازالہ کی صورت یہ ہے کہ یا تو دوبارہ باوضو طواف کر لیا جائے یا پھر دَم دیا جائے۔ دَم کا مطلب یہ ہے کہ حدودِ حرم میں ایک جانور ذبح کیا جائے۔

اگر ان دو (باوضو دوبارہ طواف کرنے یا دَم دینے) میں سے کسی صورت پر عمل نہ کیا تو یہ ادائیگی ناقص ہو گی۔

حکم:

إِنْ أَمْكَنَ جَبْرُ النُّقْصَانِ يُجْبَرُ وَإِلَّا يَأْثَمُ

ترجمہ: اگر اس کا ازالہ ممکن ہو تو کیا جائے گا ورنہ بندہ گناہ گار ہو گا۔

قضاء کی تعریف:

امام نظام الدین ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم الخراسانی الشاشی الحنفی رحمہ اللہ (ت 335ھ) لکھتے ہیں:

عِبَارَةٌ عَنْ تَسْلِيمِ مِثْلِ الْوَاجِبِ إِلَى مُسْتَحِقِّهِ

اصول الشاشی ص:100

ترجمہ: جو عبادت ذمہ میں واجب ہوئی ہو؛ اس کی مثل کو بجالانا۔

مثال:

کسی نماز یا روزہ کو اس کے مخصوص وقت میں ادا نہ کرنا بلکہ وقت گزرنے کے بعد ادا کرنا۔

قضاء کی اقسام:

قضاء کی دو قسمیں ہیں:

1: قضاء کامل　　2: قضاء ناقص

قضاء کامل کی تعریف:

هُوَ تَسْلِيْمُ مِثْلِ الْوَاجِبِ إِلٰى مُسْتَحِقِّهٖ صُوْرَةً وَ معنىً

ترجمہ: مامور بہٖ کے بدلے میں قضاء کی جانے والی عبادت ایسی ہو جو صورت اور حکم دونوں لحاظ سے مامور بہ کے ہم مثل ہو۔

تنقیحات متکلمِ اسلام

مثال:

اَدَاءُ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمِ قَضَاءً

ترجمہ: قضاء نماز پڑھنا اور قضاء روزہ رکھنا۔

نماز اور روزہ اگر فوت ہو جائے تو ان کے بدلے میں جو نماز اور روزہ قضاء کیا جاتا ہے وہ صورت اور حکم میں اسی نماز اور روزہ کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں جن کو وقت پر اداء کرنا ضروری تھا۔ صورت میں ہم مثل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طریقے سے وقتی نماز اور روزہ کو ادا کرنا ہوتا ہے ویسے ہی بغیر کسی کمی بیشی کے ان کو قضاء کیا جائے گا، اور حکم میں ہم مثل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں صورتوں (اداء اور قضاء) میں انسان بری الذمہ ہو جاتا ہے۔

قضاء ناقص کی تعریف:

هُوَ تَسْلِيْمُ مِثْلِ الْوَاجِبِ إِلٰى مُسْتَحِقِّهٖ معنىً فَقَطْ

ترجمہ: مامور بہٖ کے بدلے میں قضاء کی جانے والی عبادت ایسی ہو جو صرف حکم میں مامور بہ کے ہم مثل ہو۔

تنقیحات متکلمِ اسلام

مثال:

فِدْيَةُ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَجْزِ

ترجمہ: فوت ہونے کے بعد یا عاجز ہونے کے وقت نماز اور روزہ کا فدیہ ادا کرنا۔

فدیہ ایسی چیز ہے جو صورت میں نماز اور روزہ جیسی نہیں ہے بلکہ الگ ہے، کیوں کہ نماز اور روزہ جسمانی عبادت ہیں اور فدیہ مالی۔ البتہ حکم میں فدیہ نماز اور روزہ کی طرح ہے کہ جیسے نماز اور روزہ کی ادائیگی سے انسان سے ذمہ ساقط ہو جاتا ہے ویسے ہی فدیہ کی ادائیگی سے انسان بری الذمہ ہو جاتا ہے۔

تنقیحات متکلمِ اسلام

قضاء کامل اور قضاء ناقص کا حکم:

سُقُوْطُ الذِّمَّةِ بِالْقَضَاءِ وَيَأْثَمُ لِأَجْلِ التَّأْخِيْرِ بِلَا عُذْرٍ

ترجمہ: تاخیر سے ادا کرنے کی صورت میں عبادت کی ادائیگی کا حکم ذمہ سے ساقط ہو جائے گا، البتہ بِلا عذر تاخیر کی صورت میں گناہ بھی ہو گا۔

تنقیحات متکلمِ اسلام

☆ مامور بہ کی تقسیم صفت کے لحاظ سے:

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کسی بھی کام کے بجالانے کا حکم دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کام میں خوب صورتی، خوبی اور عمدگی موجود ہے، کیوں کہ حکیم ذات کی طرف سے حکمت کے بغیر کسی بھی کام کا حکم نہیں ہوتا۔

مامور بہ کے اندر خوبی، عمدگی اور حُسن کا پایا جانا ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے۔ البتہ بعض مامور بہ ایسے ہوتے ہیں جن کی ذات ہی میں خوبی ہوتی ہے اور بعض کے اندر خوبی اس کی ذات میں تو نہیں ہوتی البتہ کسی اور چیز (صفت) کی وجہ سے اس میں حُسن آجاتا ہے۔ تو حُسن کے لحاظ سے مامور بہ کی دو قسمیں ہیں:

1: حَسن لذاتہ   2: حَسن لغیرہٖ

حَسن لذاتہ کی تعریف:

شمس الائمہ امام محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی رحمہ اللہ (ت 483ھ) لکھتے ہیں:

مَا فِيْهِ حُسْنٌ لِمَعْنًى فِيْ نَفْسِهٖ.

اصول السرخسی: ص 47

ترجمہ: ایسا مامور بہ جس میں حُسن اس کی اپنی ذات کی وجہ سے ہو۔

مثال:

اَلْإِيْمَانُ بِاللهِ. اَلصَّلٰوةُ. اَلصِّدْقُ وَالْعَدْلُ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر ایمان لانا، نماز ادا کرنا، سچ بولنا اور عدل وانصاف قائم کرنا۔

ان چیزوں میں جو خوبی، خوب صورتی اور حُسن ہے یہ ذاتی طور پر موجود ہے، یعنی ہر ایک عمل کی ذات میں یہ حُسن پایا جاتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ذاتی طور پر ان میں کوئی خوبی یا اچھائی نہ ہو مگر کسی اور صفت کی وجہ سے خوبی پائی جاتی ہو۔ اس لیے ایسی خوبی حَسن لذاتہ کہلاتی ہے۔

حکم:

امام نظام الدین ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم الخراسانی الشاشی الحنفی رحمہ اللہ (ت 335ھ) لکھتے ہیں:

هُوَ يَسْقُطُ بِالْأَدَاءِ أَوْ إِسْقَاطِ الْأُمِرِ .

اصول الشاشی: ص114

ترجمہ: ایسا ادائیگی سے ساقط ہو جاتا ہے یا اٰمِر (حکم کرنے والا، یعنی صاحبِ شریعت) کی طرف سے معاف کرنے سے ساقط ہو جاتا ہے۔

نماز یا روزہ کو بر وقت ادا کرنے کی صورت میں ان کا سقوط ادائیگی سے ہوتا ہے اور حیض و نفاس کی حالت میں ان کا سقوط شارع (اٰمِر) کی طرف سے ہوتا ہے۔

حَسن لغیرہٖ کی تعریف:

شمس الائمہ امام محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی رحمہ اللہ (ت483ھ) لکھتے ہیں:

مَا فِيْهِ حُسْنٌ لِمَعْنًى فِيْ غَيْرِهٖ

اصول السرخسی: ص47

ترجمہ: ایسا مامور بہ جس میں حُسن اس کی اپنی ذات کی وجہ سے نہ ہو بلکہ کسی غیر کی وجہ سے ہو۔

مثال:

اَلْوُضُوْءُ لِلصَّلٰوةِ وَالسَّعْيُ لِلْجُمُعَةِ

ترجمہ: نماز کے لیے وضو کرنا اور جمعہ کی ادائیگی کے لیے کوشش اور تیاری کرنا۔

وضو کے اندر ذاتی طور پر کوئی حُسن اور خوب صورتی نہیں ہے، کیوں کہ وضو مستقل عبادت نہیں ہے، البتہ یہ نماز کے لیے شرط ہے کہ نماز کی ادائیگی اس کے بغیر ممکن نہیں، اس لیے نماز کی وجہ سے اس میں حُسن پایا جاتا ہے، اس لیے یہ حَسن لغیرہٖ ہے۔

اسی طرح جمعہ کی ادائیگی کے لیے سَعی یعنی کوشش اور تیاری کرنے (مثلاً: غسل کرنے اور مسجد کی طرف جانے) میں ذاتی طور پر کوئی خوبی اور حُسن نہیں ہے، بلکہ نماز جمعہ کی ادائیگی کے ساتھ نسبت ہونے کی وجہ سے اس میں حُسن پیدا ہو جاتا ہے، اس لیے یہ حَسن لغیرہٖ ہے۔

حکم:

امام نظام الدین ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم الخراسانی الشاشی الحنفی رحمہ اللہ (ت 335ھ) لکھتے ہیں:

يَسْقُطُ تِلْكَ الْوَاسِطَةُ بِسُقُوْطِ الْمَأْمُوْرِ بِهٖ

اصول الشاشی: ص117

ترجمہ: مامور بہٖ کے ساقط ہو جانے کی صورت میں یہ واسطے (مثلاً: وضو اور سعی الی الجمعۃ) بھی ساقط ہو جاتے ہیں۔

اگر پنجگانہ نماز یا جمعہ کی ادائیگی کا حکم ساقط ہو جائے تو وضو اور سَعی اِلی الجمعۃ کا حکم بھی باقی نہیں رہے گا۔ کیوں کہ پنجگانہ نماز اور جمعہ کی ادائیگی اصل ہیں اور وضو کرنا اور سعی الی الجمعۃ ان کا واسطہ ہیں، جب اصل باقی نہ رہے تو واسطہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔

امر کے دیگر معانی:

صیغۂ امر؛ ویسے تو بہت سے معانی کے لیے آتا ہے، لیکن ان میں سے اصل معنیٰ وجوب کا ہے۔ یعنی امر کا اصل حکم یہی ہے کہ وہ وجوبِ فعل کے لیے آتا ہے۔ ہاں جب کوئی ایسا قرینہ پایا جائے تو اس بات پر دلالت کرے کہ اس مقام میں امر وجوب کے لیے نہیں بلکہ دوسرے کسی معنیٰ میں مستعمل ہے تو وہاں قرینہ کے موافق دوسرا معنیٰ مراد ہو گا۔ وجوب کے علاوہ صیغۂ امر درج ذیل معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے:

[1]: اباحت: کسی کام کی اجازت دینے کے لیے۔

مثال: وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا

المائدۃ: 02

ترجمہ: اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کر سکتے ہو۔

[2]: ندب: کسی کام کو بہتر اور پسندیدہ بتلانے کے لیے۔

مثال: فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا

النور: 33

ترجمہ: اگر تم اپنے غلاموں میں بھلائی دیکھو تو ان سے مکاتبت کا معاہدہ کر لیا کرو۔

[3]: تہدید: بصورت دھمکی غصہ کے اظہار کے لیے۔

مثال: اِعۡمَلُوۡا مَا شِئۡتُمۡ

حٰمٓ السجدۃ:40

ترجمہ: اب جو چاہو، کرلو!

[4]: ارشاد: معاشرتی اُمور میں رہنمائی کرنے کے لیے۔

مثال: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا تَدَایَنۡتُمۡ بِدَیۡنٍ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکۡتُبُوۡهُ

البقرۃ:282

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم مقررہ مدت تک ادھار لینے دینے کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔

[5]: تادیب: ادب اور سلیقہ مندی سکھلانے کے لیے۔

مثال: اِنِّیۡۤ اَنَا رَبُّکَ فَاخۡلَعۡ نَعۡلَیۡکَ ۚ اِنَّکَ بِالۡوَادِ الۡمُقَدَّسِ طُوًی

طٰہٰ:12

ترجمہ: بے شک میں تمہارا رب ہوں لہٰذا اپنے جوتے اتار دو، کیوں کہ تم طویٰ کی مقدس وادی میں ہو۔

[6]: دعا: اللہ تعالیٰ سے مانگنے کے لیے۔

مثال: وَاعۡفُ عَنَّا ٝ وَاغۡفِرۡ لَنَا ٝ وَارۡحَمۡنَا ٝ اَنۡتَ مَوۡلٰنَا فَانۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ

البقرۃ:186

ترجمہ: اور ہم سے درگزر فرما، ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا کارساز ہے، اس لیے کافر قوم کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔

[7]: تعجیز: کسی کے عجز (عاجز آجانے) کو بیان کرنے کے لیے۔

مثال: وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ

البقرۃ:23

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے مددگاروں کو بلالو اگر تم سچے ہو۔

[8]: امتنان: نعمت اور احسان کے اظہار کے لیے۔

مثال: كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

المرسلٰت:43

ترجمہ: (اہلِ جنت سے کہا جائے گا کہ) مزے سے کھاؤ پیو، ان اعمال کے سبب جو تم کیا کرتے تھے۔

[9]: اِکرام: تعظیم و تکریم کا اظہار کرنے کے لیے۔

مثال: اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ

الاعراف:49

ترجمہ: (اہلِ جنت کو یہ ارشاد ہو گا کہ) تم جنت میں داخل ہو جاؤ، نہ تو تم پر کوئی خوف ہے اور نہ ہی تم غمگین ہو گے۔

[10]: اِنذار: بُرے انجام سے باخبر کرنے کے لیے۔

مثال: قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ

الزمر:08

ترجمہ: آپ فرما دیجیے: چند دن اپنے کفر کے مزے اُڑا لے! بے شک تو جہنمیوں میں سے ہے۔

[11]: اِہانت: ذلت و رسوائی کو بیان کرنے کے لیے۔

مثال: قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ

الحجر:34

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہاں سے دفع ہو جا، کیوں کہ تو مردود ہو گیا ہے۔

[12]: تحقیر: حقارت کے اظہار کے لیے۔

مثال: قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ

الشعراء:43

ترجمہ: موسیٰ (علیہ السلام) نے ان سے فرمایا: پھینکو جو تم پھینکنے والے ہو۔

[13]: تسویہ: دو چیزوں میں برابری بیان کرنے کے لیے۔

مثال: وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ

الملک:13

ترجمہ: اور تم اپنی بات کو چپکے سے کہو یا بلند آواز سے، بے شک وہ سینوں کی باتوں کو جاننے والا ہے۔

[14]: تسخیر: قدرتِ کاملہ (کسی چیز پر مکمل دسترس ہونے) کے اظہار کے لیے۔

مثال: فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ

البقرۃ:65

ترجمہ: تو؛ ہم نے ان سے کہا: تم ذلیل بندر بن جاؤ۔ (تو وہ بن گئے، یعنی ان پر ہمارا حکم فوراً نافذ ہو گیا)

[15]: تمنّی: خواہش اور آرزو کے اظہار کے لیے۔

مثال: رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ

الفاطر:37

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمیں دوزخ سے نکال دے، ہم پہلے کیے گئے اعمال کے برعکس اعمال کریں گے۔

[16]: التماس: گزارش کرنے کے لیے۔

مثال: قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ

الأعراف:14

ترجمہ: وہ (ابلیس) کہنے لگا: مجھے اس دن تک مہلت دے دیجیے جس دن لوگوں کو اٹھایا جائے گا۔

[17]: مشورہ: رائے دینے کے لیے۔

مثال: قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ

النمل:32

ترجمہ: وہ کہنے لگی: اے سردارو! تم میرے اس معاملہ میں مجھے مشورہ دو۔

[18]: تکوین: کسی چیز کی تخلیق (وجود میں لانے) کو بیان کرنے کے لیے۔

مثال: اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ یٰس:82

ترجمہ: اس کی شان تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کر لے تو فقط اتنا کہتا ہے: ہو جا!۔ اور وہ ہو جاتی ہے۔

خاص کی پانچویں بحث

نہی کی تعریف:

مولانا حافظ محمد برکت اللہ لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هُوَ قَوْلُ الْقَائِلِ لِغَيْرِهٖ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِسْتِعْلَاءِ "لَاتَفْعَلْ"

احسن الحواشی: ص130

ترجمہ: اپنے آپ کو صاحبِ اختیار اور غالب سمجھتے ہوئے کسی دوسرے شخص کو کسی کام کے منع کرنا۔

فائدہ:

نَہْی کا معنٰی ہے روکنا، اور جس کام سے روکا جائے اسے "مَنْہِی عنہ" کہا جاتا ہے۔

مثال:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا

بنی اسرائیل: 23

ترجمہ: اور زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا، بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی اور بہت بُری راہ ہے۔

حکم:

مولانا حافظ محمد برکت اللہ لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

إِنَّ مُوْجَبَهُ التَّحْرِيْمُ .

احسن الحواشی: ص130

ترجمہ: نہی سے ثابت شدہ حکم "حرمت" ہے۔

فائدہ:

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کسی کام سے منع کیا جائے تو یہ اس بات کی دلیل ہے

کہ اس کام میں قباحت اور برائی موجود ہے، کیوں کہ حکیم ذات کا کسی کام سے منع کرنا حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔
مَنْہِی عنہ کے اندر بُرائی، خرابی اور عیب کا پایا جانا ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے۔ البتہ بعض مَنْہِی عنہ ایسے ہوتے ہیں جن کی ذات ہی میں قباحت ہوتی ہے اور بعض کی ذات میں تو قباحت نہیں ہوتی البتہ کسی اور چیز (صفت) کی وجہ سے اس میں قباحت آجاتی ہے۔

مَنْہِی عنہ کی تقسیم صفت کے اعتبار سے:

صفت کے لحاظ سے منہی عنہ کی دو قسمیں ہیں:

1: قبیح لذاتہٖ 2: قبیح لغیرہٖ

قبیح لذاتہٖ کی تعریف:

هُوَ مَا يَكُوْنُ الْقُبْحُ فِيْ ذَاتِ الْمَنْهِيّ عَنْهُ

تنقیحات متکلمِ اسلام

ترجمہ: ایسا منہی عنہ کہ قباحت وشناعت اس کی ذات کے اندر موجود ہو۔

مثال:

کفر کرنا، شرک کرنا اور زنا کرنا۔ یہ ایسے کام ہیں کہ ان کی قباحت، شناعت اور بُرائی خود ان کی ذات میں موجود ہے، عقلِ سلیم سے ان کا قبیح ہونا واضح ہے۔

قبیح لغیرہٖ کی تعریف:

هُوَ مَا يَكُوْنُ الْقُبْحُ فِيْ غَيْرِ ذَاتِ الْمَنْهِيّ عَنْهُ

تنقیحات متکلمِ اسلام

ترجمہ: ایسا منہی عنہ کہ قباحت و شناعت اس کی ذات کے اندر موجود نہ ہو، بلکہ کسی وصف کی وجہ سے اس میں قباحت آئی ہو۔

مثال:

عید کے دن روزہ رکھنا اور جمعہ کی اذانِ اوّل کے بعد خرید و فروخت کرنا۔

روزہ رکھنا اور خرید و فروخت کرنا ذاتی طور پر جائز اور مباح ہیں ان میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں۔ اس مثال میں روزے کے اندر قباحت عید کا دن ہونے اور خرید و فروخت میں قباحت جمعہ کی اذان کے بعد ہونے کی وجہ سے آئی ہے۔ آسان الفاظ میں یوں سمجھ لیجیے عید کا دن ہونا اور جمعہ کی اذانِ اوّل کے بعد کا وقت ہونا ایسے وصف ہیں جن کی وجہ سے روزہ اور تجارت میں قبح پایا گیا ہے۔

اَفعالِ حسیہ اور اَفعالِ شرعیہ کی وضاحت:

مَنْہی عنہ میں سے بعض امور ایسے ہیں کہ جن کے اندر موجود قباحت و شناعت کا علم شریعت سے ہوتا ہے، محض عقل سے ان کا قبیح ہونا معلوم نہیں ہوتا۔ اور بعض کام ایسے ہیں کہ ان کے اندر موجود قباحت کی معرفت شریعت پر موقوف نہیں ہوتی بلکہ انسان کی عقل اور حِس بھی اس کا ادراک کر لیتی ہے۔ یعنی اگر ان افعال کی قباحت شریعت سے معلوم نہ ہوتی تب بھی عقلِ سلیم کے نزدیک وہ قبیح ہوتے۔ اس لحاظ سے نہی کی دو قسمیں ہیں:

1: اَلنَّهْيُ عَنِ الْأَفْعَالِ الْحِسِّيَّةِ: حِسی افعال سے نہی

2: اَلنَّهْيُ عَنِ الْأَفْعَالِ الشَّرْعِيَّةِ: شرعی افعال سے نہی

افعالِ حِسّیہ کی تعریف:

مولانا حافظ محمد برکت اللہ لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هِيَ الَّتِيْ تُعْرَفُ حِسًّا وَلَا يَتَوَقَّفُ تَحَقُّقُهَا عَلَى الشَّرْعِ كَالزِّنَا وَ شُرْبِ الْخَمْرِ .

احسن الحواشی: ص130

ترجمہ: ایسے افعال جن کی قباحت؛ حِس سے معلوم ہو جائے، ان کی قباحت کو پہچاننا شریعت پر موقوف نہ ہو، جیسے زنا کرنا اور شراب پینا۔

حکم:

امام نظام الدین ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم الخراسانی الشاشی الحنفی رحمہ اللہ (ت335ھ) لکھتے ہیں:

أَنْ يَّكُوْنَ الْمَنْهِيُّ عَنْهُ هُوَ عَيْنُ مَا وَرَدَ عَلَيْهِ النَّهْيُ فَيَكُوْنُ عَيْنُهٗ قَبِيْحًا فَلَا يَكُوْنُ مَشْرُوْعًا اَصْلًا

اصول الشاشی: 131

ترجمہ: منہی عنہ بعینہٖ وہی چیز ہو گی جس پر نہی وارد ہوئی ہو، تو اس لحاظ سے اس (منہی عنہ) کی ذات میں قباحت ہو گی، اور اس کے اندر مشروعیت (جواز) کا کوئی امکان نہ ہو گا۔

مثال:

جیسے زنا کرنا اور ظلم کرنا کہ ان کا مفہوم جیسے شریعت کا حکم نازل ہونے سے پہلے تھا شریعت کے حکم کے بعد بھی ویسا ہی ہے، ان کے مفہوم میں کوئی تبدیلی رُونما نہیں ہوئی۔ شریعت کا حکم نازل ہونے سے پہلے بھی عقلِ سلیم کے نزدیک یہ افعال قبیح و شنیع تھے، اور کسی بھی صورت میں ان کے جائز ہونے کا کوئی امکان نہیں۔

افعالِ شرعیّہ کی تعریف:

مَا يَتَوَقَّفُ حُصُوْلُهٗ وَتَحَقُّقُهٗ عَلَى الشَّرْعِ

النامی علیٰ منتخب الحسامی:109

ترجمہ: ایسے افعال کہ جن کا ثبوت شریعت پر موقوف ہو۔

مثال 1:

اَلصَّوْمُ فِيْ يَوْمِ الْعِيْدِ عید کے دن روزہ رکھنا۔

روزہ کی ذات میں کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ عید کا دن ہونے کی وجہ سے اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ عید کے دن روزہ رکھنا یہ قبیح لذاتہٖ (ذاتی طور پر قبیح) نہیں ہے بلکہ خارجی وصف (عید کا دن ہونے) کی وجہ سے اس میں قباحت آئی ہے، اس لیے اسے "قبیح لغیرہٖ" کہتے ہیں۔

لغت میں روزہ کا معنیٰ محض "اِمساک" (رُکنا) ہے۔ اس میں کوئی تفصیل نہیں کہ کس چیز سے رکنا ہے اور کتنی دیر کے لیے رکنا ہے۔ جب کہ شریعت نے روزہ ادا کرنے کی مخصوص صورت کو واضح کیا ہے کہ صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک تین چیزوں (کھانے، پینے اور جماع) سے رُک جانے کا نام روزہ ہے۔

یعنی محض ان چیزوں سے رک جانا شرعاً روزہ نہیں، بلکہ اس مکمل دورانیہ میں رک جانا روزہ ہے، اور روزہ کی ادائیگی کی یہ صورت شریعت سے معلوم ہوئی ہے، عقل اور حِس سے اس کی معرفت ممکن نہیں۔ تو روزہ کی ادائیگی کا مخصوص طریقہ یہ روزہ کا "ثبوت" ہے اور عید کے دن روزہ کا ممنوع ہونا اس کا وجوب (شرعی حیثیت) ہے۔

مثال2:

اَلصَّلٰوۃُ فِی الْاَوْقَاتِ الْمَمْنُوْعَةِ ممنوع اوقات میں نماز ادا کرنا۔

نماز کی ذات میں کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ ممنوع وقت ہونے کی وجہ سے اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ ممنوع وقت میں نماز پڑھنا یہ قبیح لذاتہٖ (ذاتی طور پر قبیح) نہیں ہے بلکہ وصف خارج (ممنوع وقت ہونے) کی وجہ سے قبیح ہے، اس لیے اسے "قبیح لغیرہ" کہتے ہیں۔

لغت میں "صلوٰۃ" کے متعدد معانی آتے ہیں، لیکن مخصوص ارکان کو مخصوص اوقات میں مخصوص طریقے سے ادا کیے جانے والے عمل کو "صلوٰۃ" قرار دینا شریعت سے معلوم ہوا ہے، عقل اور حِس سے اس کا ادراک ممکن نہیں۔ تو نماز کی ادائیگی کا مخصوص طریقہ؛ نماز کا "ثبوت" ہے اور ممنوع اوقات میں اس کی ادائیگی کا حرام ہونا؛ اس کا "وجوب" (شرعی حیثیت) ہے۔

حکم:

يَكُوْنُ الْمَنْهِيُّ عَنْهُ حَسَنًا لِذَاتِهٖ وَقَبِيْحًا لِغَيْرِهٖ وَيَكُوْنُ الْمُبَاشِرُ مُرْتَكِبًا لِلْحَرَامِ لِغَيْرِهٖ

ترجمہ: یہ منہی عنہ اپنی ذات کے لحاظ سے حَسَن مگر کسی خارجی وصف کی وجہ سے قبیح ہوتی ہے۔ اور ایسے ممنوع کام کا ارتکاب کرنے والا حرام لغیرہ کا مرتکب ہوتا ہے۔

فائدہ:

صیغۂِ نَہی؛ متعدد معانی کے لیے آتا ہے، لیکن اصل معنٰی حرمت کا ہے۔ یعنی نہی کا اصل حکم یہی ہے کہ وہ حرمت کے لیے آتا ہے۔ لیکن جہاں کوئی قرینہ پایا جائے جس سے یہ معلوم ہو کہ اس مقام پہ نہی حرمت کے لیے نہیں بلکہ دوسرے کسی معنٰی میں مستعمل ہے تو وہاں قرینہ کے موافق دوسرا معنٰی مراد ہوگا۔

حرمت کے علاوہ صیغۂِ نہی کے دیگر معانی:

1: کراہت: ناپسندیدگی کا اظہار کرنے کے لیے۔

مثال:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللهِ وَ ذَرُوا الْبَيْعَ

الجمعۃ:9

ترجمہ: اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔

2: دعا: کسی ناپسندیدہ وصف سے پناہ مانگنے کے لیے۔

مثال:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا

آل عمران:8

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرنا۔

3: تأییس: مایوسی کو بیان کرنے کے لیے۔

مثال:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ

التحریم:7

ترجمہ: اے کافرو! آج کے دن معذرتیں پیش مت کرو۔

4: ارشاد: دنیاوی امور میں رہنمائی کے لیے۔

مثال:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ

المائدہ:101

ترجمہ: اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کیا کرو کہ وہ اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں ناگوار گزریں۔